۲۸

(فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۰ء بمقام عیدگاہ۔ قادیان)

آج کی عید جو عید الاضحیہ کہلاتی ہے یعنی وہ عید جو قربانیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ۔ حج
کے دوسرے دن اور اس کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہو کر آتی ہے[1] اس تقریب کی وجہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی وہ قربانی بیان کی جاتی ہے ۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کی خدا کے حضور پیش کی پس
یہ عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یادگار ہے کہ انہوں نے اللہ تعالے کے
لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔

بیٹوں کی ظاہری رنگ میں قربانی تو اسلام نے ناجائز بتائی ہے ۔ اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم دینے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اللہ تعالے دنیا میں اس
اصل کو قائم کرنا چاہتا تھا کہ آئندہ کے لئے بیٹوں کی ظاہری قربانی ممنوع قرار دی جاتی ہے
ورنہ ہو سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب کی جو تعبیر تھی اس مضمون کو اللہ تعالے
اس صورت میں نہ دکھاتا بلکہ کسی اور صورت میں دکھا دیتا کیونکہ آخر اللہ تعالے کے حضور ان
کے بیٹے کی ظاہری قربانی مقصود نہیں تھی ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نبی ہونے والے تھے اور
جس شخص کے لئے نبوت مقدر تھی ۔ اس کے متعلق یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالے اپنے نبی سے
کہتا کہ اسے ذبح کر دو ۔ پس خدا تعالے کا شروع سے ہی یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
کو ذبح کیا جائے بلکہ یہ رؤیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا گیا تعبیر طلب تھا اور جبکہ اللہ
تعالے کا مفہوم کچھ اور تھا اور جبکہ رؤیا بھی تعبیر طلب تھا تو سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے
نے اس امر کو کسی اور صورت میں کیوں نہ بیان کر دیا ۔ خواب آئندہ رونما ہونے والے واقعات
کی ایک تصویر ہوتی ہے ۔ جیسے مصور تصویریں کھینچتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالے خوابوں میں واقعات
کی تصویر کھینچ کر اپنا مفہوم بیان کر دیتا ہے ۔ پھر جبکہ اللہ تعالے اس مفہوم کو کسی اور رنگ میں
بھی بیان کر سکتا تھا تو سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس رنگ میں یہ مفہوم کیوں بیان کیا؟
اس کا جواب یہی ہے کہ اس سے پہلے لوگ اپنے بیٹوں کی قربانی کیا کرتے تھے ۔ اور اللہ تعالے
چاہتا تھا کہ نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ یہ خبر دے کہ وہ آپ سے اپنے بیٹے کی قربانی
کرانا چاہتا ہے بلکہ اس امر سے بھی انہیں مطلع کرے کہ ابراہیمی دین میں انسانوں کی ظاہری قربانی
جس کا ان کی قوم میں رواج تھا ۔ آئندہ جائز نہیں ہو گی ۔

پس خدا تعالےٰ نے یہ خواب دکھا کر دو اہم امر بیان فرما دیئے۔ یہ بھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بیٹا خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ظاہری رنگ میں بیٹے کی قربانی کرنا چاہیں گے تو مَیں انہیں منع کر دُوں گا اور کہوں گا کہ انسان کی اس رنگ میں قربانی مَیں نہیں چاہتا۔ اسی حکمت کے ماتحت خدا تعالےٰ نے تصویری زبان میں انہیں یہ تمام نظارہ دکھایا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان بھی ہو گیا اور وہ شرح صدر سے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی امتحان ہو گیا اور وہ بھی خوشی سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور دوسری طرف جب وہ اپنے بیٹے کو قربان کرنے گئے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں بتا دیا کہ میرا اس قربانی کے حکم سے یہ مفہوم نہیں تھا بلکہ کچھ اَور تھا۔ انسانوں کی ظاہری قربانی مَیں پسند نہیں کرتا اور یہ آئندہ کے لئے ممنوع قرار دی جاتی ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی نوع انسان پر یہ عظیم الشان احسان کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے ارادہ کے ساتھ ہی آئندہ انسانوں کی قربانیوں کو روک کر انہیں ہلاکت سے بچا لیا۔ اصلی قربانی کیا تھی؟ وہ جیسا کہ مَیں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ چاہتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکّہ میں چھوڑ آئیں تاکہ وہ بیت اللہ کی حفاظت اور دینِ ابراہیمی کی خدمت کریں[۵۴] اور ان کے ذریعہ وہ اولاد پیدا ہو جس کے ہاتھوں خدا تعالےٰ اپنے دین کا آخری دَور قائم کرنا چاہتا تھا[۵۵]۔ پس درحقیقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جس دن بیت اللہ کے پاس چھوڑا گیا اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کا اعلان کیا گیا۔ کیونکہ بیت اللہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ہی اللہ تعالےٰ کے ذکر کا آخری گھر ہونا تھا۔ اور اس کی تیاری صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے کی گئی تھی جیسے یہاں اب عید کا خطبہ ہونے لگا ہے مگر بعض دوست رات سے ہی یہاں آ گئے تھے۔ جنہوں نے صفائیاں کیں۔ چٹائیاں بچھائیں اور دیگر انتظامات کئے۔ اور پھر صبح سے وائرلیس والے آ گئے جنہوں نے بیٹریاں تیار کیں۔ بجلی کی تاریں درست کیں اور اسی طرح کے اور انتظامات کئے تاکہ جب آپ لوگ آئیں تو آسانی سے بیٹھ کر خطبہ سُن سکیں۔ تو جب کوئی بڑا کام ہونے لگتا ہے تو پہلے سے اس کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چونکہ مکّہ میں ظہور مقدر تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے دو ہزار سال پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذریعہ سے تیاری شروع کر دی۔ یہ کتنا اہم مقام ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے کہ دو ہزار سال پہلے اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم اور حضرت

اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس گھر کو صاف کرو کیونکہ یہاں میرا وہ نبی آنیوالا ہے جس کے نور سے ساری دنیا منور ہو گی۔ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ؕ میرے اس گھر کو ان لوگوں کے لئے تیار کرو جو طواف کرنے کے لئے یہاں آئیں گے جو اعتکاف بیٹھنے کے لئے یہاں آئیں گے اور جو یہاں آکر رکوع اور سجدہ کریں گے۔ مگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ میں اور اس کے بعد کتنے لوگ تھے جو اس نیت کے ساتھ وہاں آیا کرتے تھے۔ طواف تو لوگ کرتے ہی تھے مگر کتنے لوگ تھے جو وہاں اعتکاف بیٹھتے تھے اور اپنی عمریں خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے پہلے سینکڑوں سال کی تاریخ محفوظ ہے مگر وہ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اس وقت وہاں بت پرستی ہی بت پرستی تھی۔ نہ خدا کے لئے کوئی اعتکاف بیٹھنے والا تھا۔ نہ خدا کے لئے وہاں رکوع ہوتا تھا اور نہ خدا کے لئے وہاں سجدہ ہوتا تھا۔ بلکہ جو لوگ خدا تعالےٰ کے نام کو بلند کرتے انہیں مارا اور پیٹا جاتا تھا۔ پس یہ جو باتیں بیان کی گئی ہیں کہ میرے اس گھر کو تیار کرو تا کہ طواف کرنے والے اعتکاف بیٹھنے والے اور رکوع وسجود کرنے والے یہاں آئیں۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی ہونے والی تھیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اسی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کیا کام کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ظاہری رنگ میں کعبہ کی تعمیر کی۔ اس طرح انہی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے زمزم نکلوایا۔ بعد میں جو خرابیاں نظر آتی ہیں ان کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا اصل غور کرنے والی بات یہ ہے کہ گو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جن لوگوں کو اپنے بعد چھوڑا ان میں سے بہت سے مشرک اور بت پرست ہو گئے مگر کیا دنیا کا کوئی شخص اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ دین کو پھیلانے کی قابلیت انہی کے اندر تھی۔ اہل مکہ نے بے شک اسلام کی مخالفت کی۔ قریش نے بے شک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور شدید مخالفت کی بلکہ ابوجہل کو پیش کر کے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس قوم میں ابوجہل جیسے لوگ پیدا ہونے والے تھے کیا اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ کیونکہ جب خدا نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے کہا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں۔ اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے تیار کرو تو اس کے معنے یہی تھے کہ ان کی آئندہ نسلیں یہ کام کریں گی ورنہ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔

پس ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ کیا جس قوم میں ابوجہل جیسے لوگ پیدا ہونے تھے، اس

قوم کے متعلق یہ پیشگوئی ہوسکتی ہے؟ مگر مَیں اسے کہوں گا کہ اے نادان تجھے ابوجہل تو نظر آ گیا جس کا کام ختم ہو گیا۔ مگر تجھے ابوبکرؓ نظر نہ آیا جس کا کام آج تک جاری ہے۔ تجھے عتبہ اور شیبہ تو نظر آ گئے جو پیدا ہو کر فنا ہو گئے مگر تجھے عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نظر نہ آئے جن کو دائمی حیات بخشی گئی ہے اور جن کے کارنامے قیامت تک دنیا سے محو نہیں ہو سکتے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جس جوش اور جس اخلاص کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس اولاد نے دین کی خدمت کی اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔

پس بے شک وہ لوگ بظاہر خراب ہو گئے مگر وہ خرابی ایسی ہی تھی جیسے اچھے کپڑے پر کوئی ایسی چیز گر جاتی ہے جس کا نشان نہیں پڑتا۔ مثلاً کوٹ پر خشک مٹی جا پڑے تو برش سے اس کو جھاڑ دیتے ہیں۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مکہ والے بظاہر خراب نظر آتے تھے مگر ان کی یہ خرابی ایسی ہی تھی جیسے کوٹ پر مٹی جا پڑے یا وہ ہیرا تو تھے مگر نزا شا ہوا ہیرا نہیں تھے۔ جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور آپؐ کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے وہ تراشے گئے تو وہی ہیرے دنیا کی بہترین متاع شمار ہونے لگے۔ جب تک سونے کے ذرات مٹی میں ملے ہوئے ہوتے ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ مگر جب کسی ماہر کی نگاہ ان پر پڑتی ہے تو وہ ان ذرات کو مٹی سے علیحدہ کر لیتا ہے۔ اور پھر وہی ذرات بہت بڑی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہیرا جب تک پتھر میں رہتا ہے اس کی قدر و قیمت کا کسی کو احساس نہیں ہوتا۔ مگر جب کوئی ماہر اسے کاٹ کر ہیرے کو اپنی اصلی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کی قیمت لاکھوں، کروڑوں روپیہ تک پہنچ جاتی ہے۔

پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں خرابیاں پیدا ہوئیں۔ مگر جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں صفائی پیدا کی تو انہی میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ جیسے لوگ پیدا ہو گئے اور نہ صرف ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ پیدا ہوئے بلکہ اور ہزاروں لوگ پیدا ہوئے۔ ان میں طلحہؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے، ان میں زبیرؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے، ان میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ ان میں ابوعبیدہؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے، ان میں سعدؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ ان میں عثمانؓ بن مظعون جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کو روشن کرنے کے لئے اپنے جذبات کی انتہائی قربانی کی یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص زندہ ابراہیم بن گیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ آپؐ ابو ابراہیم بھی تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی قوت قدسیہ سے آپ کی رُوحانی اولادیں ہزاروں ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ مَیں نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا کہ مَیں بیت الدعا میں بیٹھا ہوں کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا۔ اور اس نے کہا مَیں تم کو ابراہیم بتاؤں۔ مَیں نے کہا مَیں ابراہیمؑ کو جانتا ہوں۔ وہ کہنے لگا ایک ابراہیمؑ نہیں کئی ابراہیمؑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے کئی ابراہیمؑ مجھے بتانے شروع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اس نے کہا۔ کہ وہ بھی ابراہیمؑ تھے۔ پھر اس نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ بھی ابراہیم تھے اور آپ کا نام اس نے ابراہیم ادھم بتایا۔ اسی طرح اور بیسیوں ابراہیم اس نے مجھ پر ظاہر کئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی نہ تھے بلکہ روحانی طور پہ آپؐ ابراہیموں کے باپ بھی تھے۔ اور آپؐ کی روحانی اولاد میں سے ہزاروں ابراہیم ہوئے۔ مجھے ہی فرشتہ نے بیسیوں کے قریب ابراہیم بتا دیئے تھے اور امتِ محمدیہ میں تو آجتک ہزاروں ابراہیم گذرے ہوں گے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اسلام ابراہیموں کا باپ بھی قرار دیتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی اولادوں، اپنی جائدادوں، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اس رنگ میں قربان کیا کہ ان میں اور ابراہیمؑ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کے لڑکے عبدالرحمٰن بھی موجود تھے یہ بعد میں مسلمان ہوئے ہیں پہلے کچھ مدت تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے اور بدر یا اُحد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑے تھے۔ دَورانِ گفتگو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہنے لگے۔ ابّا جان! اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپ گذرے تھے تو مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا۔ اور مَیں اگر چاہتا تو آپ کو مار دیتا کیونکہ اس وقت میری تلوار آپ تک پہنچ سکتی تھی مگر مَیں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا۔ اور کہا اپنے باپ کو کیوں ماروں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم اگر میری نظر تجھ پر پڑجاتی تو مَیں تجھے ضرور مار ڈالتا۔ یہی ابراہیمی مقام ہے ابراہیمؑ کو بھی خدا نے کہا۔ قربانی کر اور وہ قربانی کے لئے تیار ہوگیا۔ اور یہاں بھی خدا تعالےٰ نے مسلمانوں سے کہا۔ اگر تمہیں اپنے ماں باپ۔ اپنے بیٹے۔ اپنے رشتہ دار، اپنے مکان اور اپنے اموال خدا اور اس کے رسولؐ سے زیادہ پیارے ہیں تو تمہیں میری طرف سے کوئی انعام نہیں مل سکتا بلکہ تم پر میرا عذاب نازل ہوگا۔ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کی اس آواز کو سُنا۔ اور پھر جیسا کہ خدا نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنے ماں باپ کو قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قربان کر دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہی دیکھ لو۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کی بات سُنی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح فوراً یہ جواب دیا کہ اگر میری نظر تجھ پر پڑ جاتی تو مَیں تجھے ضرور مار ڈالتا۔ یہ تیری خوش قسمتی تھی کہ تو بچ گیا۔ ان کا بیٹا اس وقت کافر تھا اور اس کی نگاہ میں اپنے باپ کی بڑی قدر تھی۔ چنانچہ باوجود دینی مخالفت کے اس نے نہ چاہا کہ اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ماننے والے تھے ان کے اندر خدا تعالےٰ نے وہ ایمان پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اپنے ہاتھ سے قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسلام ہی ہماری ماں ہے۔ اسلام ہی ہمارا باپ ہے اور اسلام ہی ہمارا سب کچھ ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف بیٹے کی قربانی اصل قربانی نہیں کیونکہ بسا اوقات لوگ ماں باپ کے لئے اپنے بیٹوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ بے شک اولاد کی محبت کا طبعی جذبہ ہر انسان کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ مگر بعض لوگ ان طبعی جذبات سے بالا ہو کر اخلاقی زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہیں اور اخلاقی دنیا میں ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ طبعی اور حیوانی دنیا میں بے شک بیٹے کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ لیکن اخلاقی دنیا میں ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اَتباع نے اللہ تعالےٰ کے دین کی خاطر ماں باپ کی ایسے ایسے رنگ میں قربانی کی ہے کہ انسان ان واقعات کو پڑھ کر بغیر اس کے کہ اس کے جذبات قابو سے نکل جائیں نہیں رہ سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہی واقعہ ہے ایک نوجوان جو بارہ تیرہ سال کا تھا اسلام میں داخل ہؤا۔ اس کی ماں نے اسے تکلیفیں دیں، برتن الگ کر دیئے، کھانا الگ کر دیا اور گھر کے افراد سے کہہ دیا کہ کوئی اسے چھوئے نہیں اور اس کی چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ اس کے علاوہ اس پر سختی بھی کی جاتی اور اسے مارا پیٹا جاتا۔ اور سالہا سال یہی حالت رہی یہاں تک کہ ہجرت حبشہ کا زمانہ آگیا اور وہ مکّہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا۔ وہاں ایک لمبا عرصہ رہنے کے بعد وہ پھر مکّہ میں واپس آیا اور کئی سال کے بعد وہ اپنے ماں باپ کے گھر گیا۔ اس نے سمجھا کہ اب ان کا غصہ دور ہو چکا ہوگا اور ماں کی مامتا اور باپ کی محبت جوش میں آئی ہوئی ہوگی۔ آجکل سفر کی سہولتیں ہیں اور ریل گاڑیوں کی آمد و رفت اور ڈاک کی وجہ سے بُعدِ مسافت کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ مگر آج بھی جن کے بچے لاہور یا دہلی میں عید منا رہے ہیں ان کی ماؤں کے دلوں میں بار بار یہ خیال آتا ہوگا کہ نہ معلوم ہمارا بچہ کس حال میں ہے۔ لیکن وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب کوئی دُور چلا جاتا تو سالہا سال تک اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی جو قلبی کیفیات ہونی ہوں گی ان کا بآسانی اندازہ

لگایا جا سکتا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ مَیں جب گھر میں داخل ہؤا تو میری ماں بیتاب ہو کر مجھ سے چمٹ گئی اور رونے لگی۔ اس نوجوان کو بھی رونا آگیا اور اس نے سمجھا کہ شاید مَیں اب اس گھر میں رہ سکوں گا۔ لیکن اس کی ماں بھی کفر میں بڑی پختہ تھی اور وہ اگر اسلام پر مضبوطی سے قائم تھا تو اس کی ماں کفر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی ماں اسے کہنے لگی کہ بچے اب تو تجھے سمجھ آگئی ہو گی کہ تُو نے کیسا دین اختیار کیا ہے۔ دیکھ تجھے ماں باپ چھوڑنے پڑے اپنے عزیز اور رشتہ دار چھوڑنے پڑے اور پھر کیسی کیسی تکلیفیں ہیں جو تو نے اُٹھائیں۔ اب بھی تُو ہم میں آکر مِل جا۔ اور یاد رکھ کہ ہم اس صورت میں تجھ کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں کہ تو پھر ہم میں شامل ہو جائے اور اسلام کو ترک کر دے۔ اس نے سمجھا کہ اثر ڈالنے کا یہی موقعہ ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے مگر وہ نوجوان بھی کم ایمان والا نہیں تھا۔ یہ سُنکر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے کہا ماں اگر تمہاری یہی شرط ہے کہ مَیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑ دُوں تو یہ شرط مَیں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے اس کے بعد مَیں اب اس گھر میں نہیں آؤں گا چنانچہ پھر عمر بھر اس صحابی نے اپنی ماں کی شکل نہیں دیکھی[۱۱]۔

یہ قربانی اگر ہم غور کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے جب اس قربانی کو دیکھا جائے تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ اس صحابی سے کم ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایسی ہی قربانی کا مطالبہ کرتا تو وہ بھی ضرور کرتے۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ ابراہیمی صفت لوگ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امّت میں پیدا ہوئے جو ابراہیمؑ کی طرح اس مقام پر کھڑے ہوئے کہ جب خدا نے انہیں کہا۔ کہ اَسْلِمْ۔ ہماری بات مان لو تو انہوں نے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حضور کیا کہتے ہیں ہم تو پہلے سے قربانی کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ تو اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[۱۲] کہنے والے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روحانی اولادیں ہزاروں ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کے سامنے پھر وہی نظارہ پیش کر دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اور جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہم سیّد الانبیاء بلکہ ابو الانبیاء کہتے ہیں تو اس کے معنی یہی ہیں کہ آپ کی روحانیت کے اثر کے نیچے ہر نبی کا جلوہ آپؐ کی اُمّت نے دکھا دیا۔ کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہؤا۔ کوئی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہؤا۔ کوئی حضرت اسحاق علیہ السلام کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہؤا۔ اور کوئی یعقوب علیہ السلام

کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ اسی طرح کسی نے نوحؑ کا جلوہ دکھایا، کسی نے موسیٰؑ کا جلوہ دکھایا کسی نے صالحؑ کا جلوہ دکھایا۔ کسی نے شعیبؑ کا جلوہ دکھایا، کسی نے زکریاؑ کا جلوہ دکھایا اور کسی نے عیسیٰؑ کا جلوہ دکھایا۔ غرض ہر رنگ کے لوگ آپ کی جماعت میں ہوئے۔ اور ہر نبی کی شان کا جلوہ دکھانے والے لوگ خدا تعالیٰ نے آپ کی امت میں پیدا کر دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس دن جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں بھیجا تو درحقیقت یہ تیاری تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد کی۔ خدا تعالیٰ نے انہیں کہا کہ تم ہمارا گھر تیار کرو۔ کیونکہ ہمارا محبوب اور ہمارا آخری شرعی رسول دنیا میں نازل ہونے والا ہے۔ تم آج سے ہی ہمارے محبوب کی آمد کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ۔ اور آج سے ہی ایسی اولاد پیدا کرو جو میرے محبوب کو ابوبکرؓ دے، جو میرے محبوب کو عمرؓ دے، جو میرے محبوب کو عثمانؓ دے، جو میرے محبوب کو علیؓ دے۔ جو میرے محبوب کو طلحہؓ، زبیرؓ، حمزہؓ اور عباسؓ دے اور اسی طرح کے اور سینکڑوں صحابہ اس کے حضور بطور نذر پیش کرے۔ یہی مفہوم تھا اس حکم کا ورنہ ظاہری معنوں میں تو مکہ والوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد دین کا کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھایا۔ ہاں چونکہ اس پیشگوئی کا ظہور رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ سے شروع ہونا تھا، اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر رکھا تاکہ وہ ایسی اولاد تیار کریں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کی خدمت کرے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار کے لئے وقف کر دے۔

میں نے خطبہ کے شروع میں یہ ذکر کیا تھا کہ یہ عید حج کے قریب رکھی گئی ہے۔ اس میں درحقیقت اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب جب کسی قوم کو نصیب ہو جائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی قربانی کرے۔ حج کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی رؤیت اور اس کا دیدار۔ چنانچہ خواب میں اگر کوئی شخص اپنے متعلق دیکھے کہ اس نے حج کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔[۱۲] اور انسان کی زندگی کا بڑا مقصد خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسے وہ فرماتا ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔[۱۳] کہ میں نے بنی نوع انسان کو اپنا مقرب بنانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور حج اس بات کی علامت ہے کہ جس غرض کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ اس نے پوری کر لی اور وہ غرض جیسا کہ میں بتا چکا ہوں لقاءِ الٰہی ہے۔

پس حج کے ساتھ عید الاضحیہ کی تقریب رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب کسی قوم کو لقاءِ الٰہی نصیب ہو جائے تو اس کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی قربانی

کرے تاکہ خدا تعالےٰ کی لقاء دنیا سے مٹ نہ جائے۔ لقاءِ الٰہی ایک نہایت ہی قیمتی چیز ہے اور دنیا میں قیمتی چیزوں کے متعلق یہ دستور ہے کہ ان کی حفاظت کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ دیکھ لو جب تمہارے پاس کوئی اچھی چیز ہوتی ہے تو تم اس کے متعلق کیا کرتے ہو تم یہی کرتے ہو کہ اس کو حفاظت سے رکھنے کے لئے برتن تیار کرتے ہو۔ جن لوگوں کے گھر گائے یا بھینس ہوتی ہے ان کے متعلق بالعموم یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بھینس بچہ جننے والی ہو تو وہ بچہ جننے سے پہلے ہی برتن تیار کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی برتن دودھ دوہنے کے لئے تیار کرتے ہیں کوئی دودھ گرم کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں کوئی دودھ جمانے کے لئے تیار کرتے ہیں، کوئی لسی بنانے کے لئے تیار کرتے ہیں اور کوئی مکھن اور گھی رکھنے کے لئے تیار کرتے ہیں تاکہ گائے یا بھینس جب دودھ دے تو اس وقت دِقت پیش نہ آئے۔ اسی طرح اگر کسی کو لقاءِ الٰہی میسر آتی ہے۔ تو اس کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ لقاءِ الٰہی کو محفوظ رکھنے کے لئے برتن تیار کرے اور لقاءِ الٰہی کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ اولاد کی قربانی ہے جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے اپنی اولاد کی قربانی کرتا ہے تو وہ عرفان کا دودھ اپنی ایک نسل کے لئے محفوظ کر دیتا ہے اور جب اس کی نسل کو عرفان ملتا ہے اور وہ بھی اپنی اولاد کی قربانی کرتی ہے تو عرفان کا دودھ اگلی نسل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک لوگ اپنی اولاد کی قربانی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا عرفان ان کے دلوں میں محفوظ رہتا ہے۔

پس اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں یہ نسخہ بتایا ہے کہ جب تمہیں خدا ملے اور اس کا قرب حاصل ہو جائے تو اس رحمت اور برکت کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی اولادوں کو قربان کر دو تب اس کی رحمت کا دودھ بعد کی نسل کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس اولاد کو بھی عقل دیتا ہے اور وہ بھی اپنی اولاد کی قربانی پیش کر دیتا ہے تو اس سے اگلی نسل میں بھی یہ رحمت اور فضل کا دودھ محفوظ ہو جاتا ہے۔ غرض جب تک نسلیں اپنی اولاد کی قربانی کرتی رہیں گی، دین اور عرفان ان میں محفوظ رہے گا۔

یہ اولاد کی قربانی دو طرح ہوتی ہے ظاہری رنگ میں تو اس طرح کہ اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کی جائے۔ ان میں دین کی محبت اور اس سے رغبت پیدا کی جائے اور انہیں علم دین سے واقف کیا جائے۔ مگر اس کے علاوہ اولاد کی ایک خاص قربانی بھی ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اپنی اولاد کو اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت کیلئے وقف کر دے۔ تاکہ جب تک وہ زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتی رہے۔ قربانی کے یہ دونوں رنگ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس وقت ایک ہماری جماعت ہی ایسی ہے جس میں خدا تعالےٰ نے وقفِ زندگی

کے سامان کئے ہوئے ہیں۔ اور ایک ہماری جماعت ہی ایسی ہے جسے اولاد کی اعلیٰ تربیت کے سامان میسر ہیں مگر کتنے ہیں جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

عید کے موقعہ پر خوشی منانے کے لئے تو بعض لوگ سب سے آگے آجاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنی اولاد کی قربانی نہیں کرتے اور اسے اسلام کی خدمت کے لئے وقف نہیں کر دیتے تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ اس خوشی میں شامل ہوں جبکہ وہ وہ کام نہیں کرتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشی میں شامل ہونے کا اسی کو حق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی قربانی بھی کرتا ہے۔ بے شک یہ خوشی منانے کا ابو بکرؓ کو حق حاصل تھا جس نے خدا کے لئے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا۔ بے شک یہ خوشی منانے کا عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو حق حاصل تھا جنہوں نے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا۔ اور بیشک یہ خوشی منانے کا طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حمزہؓ، عباسؓ اور عثمانؓ بن مظعون کو حق حاصل تھا جنہوں نے اپنی جانوں، اپنے مالوں، اپنی اولادوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنی عزیز سے عزیز چیزوں کو خدا کے لئے قربان کر دیا۔ مگر دوسروں کا کیا حق ہے کہ وہ اس خوشی میں شریک ہوں۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہتے ہیں نظام الدین صاحب اولیاءؒ جن کی طرف خواجہ حسن نظامیؒ صاحب بھی اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں ایک دفعہ اپنے مریدوں کے ساتھ بازار میں سے گذر رہے تھے کہ انہیں ایک خوبصورت لڑکا نظر آیا جسے آگے بڑھکر انہوں نے چوم لیا۔ یہ دیکھکر ان کے تمام مرید ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور انہوں نے اس بچے کو چومنا شروع کر دیا۔ مگر ان کے ایک مرید جو بعد میں ان کے خلیفہ بھی ہوئے۔ خاموش کھڑے رہے اور انہوں نے اس بچے کو نہ چوما۔ یہ دیکھکر باقی سب نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور کہا کہ پیر صاحب نے اس بچہ کو چوما مگر اس نے نہیں چوما۔ معلوم ہوتا ہے اس کے اخلاص میں کوئی نقص ہے حالانکہ اسے چاہیئے تھا یہ پیر صاحب کی نقل کرتا۔ اور جس طرح پیر صاحب نے اسے چوما تھا اسی طرح یہ بھی چومتا۔ اس نے ان باتوں کو سُنا مگر کوئی جواب نہ دیا اور حضرت نظام الدین صاحب اولیاء پھر آگے چل پڑے۔ چلتے چلتے انہوں نے ایک بھٹیاری کو دیکھا کہ وہ دانے بھون رہی ہے اور بھٹی میں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاء آگے بڑھے اور انہوں نے آگ کے ان شعلوں کو چوم لیا۔ یہ دیکھکر اور تو کسی مرید نے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کی مگر وہی مرید جس نے بچہ کو نہیں چوما تھا آگے بڑھا اور اس نے بھی شعلے کو چوم لیا۔ پھر اس نے باقیوں سے کہا کہ اب شعلے کو کیوں نہیں چومتے؟ ہمت ہے تو آگے بڑھو اور اسے چومو مگر سب پیچھے ہٹ گئے اور کسی نے ان شعلوں

کو چومنے کی جرأت نہ کی ۔ ان کو تو خدا نے محفوظ رکھا ۔ اور باوجود شعلوں کو بوسہ دینے کے نہ ان کے سر کے بال جلے اور نہ داڑھی کا کوئی بال جلا ۔ لیکن اگر دوسرے بھی چومتے تو انہیں خطرہ تھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال جل جائیں گے اور وہ گنڈ منڈ ہو کر گھر پہنچیں گے ۔ غرض جب کوئی بھی آگے نہ بڑھا تو وہ مرید جس نے شعلوں کو چوما تھا کہنے لگا ۔ میں نے تمہارے اعتراض کو سن لیا تھا مگر بات یہ ہے کہ تم حقیقت تک نہیں پہنچے تھے تم نے سمجھا کہ پیر صاحب نے اس لڑکے کو چوما ہے حالانکہ پیر صاحب نے اس لڑکے کو نہیں چوما ۔ اس کے اندر انہیں کوئی روحانی قابلیت نظر آئی ہو گی ۔ جس نے کسی آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونا ہو گا اور اسی وجہ سے انہوں نے اسے چوما ۔ مگر مجھے اس میں و[illegible]ہی جلوہ نظر نہ آیا اس لئے میں نے پیر صاحب کی نقل نہ کی اور اس لڑکے کو نہ چوما ۔ پھر انہیں وہی جلوہ آگ میں نظر آیا اور مجھے بھی اس آگ میں خدا تعالےٰ کا جلوہ نظر آگیا ۔ پس انہوں نے آگ کو چوما اور میں نے بھی آگ کو چوما لیکن میرا چومنا ایک حقیقت پر مبنی ہے اور تم نے جو اس بچہ کو چوما تو یہ محض ایک نقل تھی[۲۵]

تو حقیقت خوشی میں شامل ہونا اسی کو نصیب ہوتا ہے ۔ جو آگ کے شعلوں کو چومنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور اسی کا حق ہے کہ وہ عید منائے کیونکہ جب تک کوئی شخص آگ کے شعلوں میں سے نہیں گذرتا اس وقت تک وہ حقیقی خوشی بھی نہیں دیکھ سکتا ۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح جس نے اپنے بیٹے کی قربانی کر دی ۔ خواہ تعلیم و تربیت کے رنگ میں اور خواہ وقف زندگی کی صورت میں اُسے حق ہے کہ وہ اس عید کی خوشی میں شریک ہو ۔ اور اگر وہ اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف نہیں کرتا اور نہ ان کی اس رنگ میں تربیت کرتا ہے جس رنگ میں اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے تو یقیناً اس کا اس عید میں شامل ہونے کا کوئی حق نہیں ۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ منافق لوگوں کو جب جہاد پر جانے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ بہانے بنا بنا کر پیچھے بیٹھے رہتے ہیں[۲۶] مگر مسلمان جب فتح پا کر اور مال غنیمت لے کر بکریوں اور اونٹوں کے گلے ہانکتے ہوئے واپس آتے ہیں تو وہ منافق بھی دوڑ کر ان کے پاس پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ۔ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصہ دو اور ہمیں بھی ان گلّوں اور ریوڑوں کی تقسیم میں شریک کرو[۲۷]

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب اس قسم کے منافق تمہارے پاس پہنچیں تو تم انہیں دھتکار دو اور کہو کہ دُور ہو جاؤ ہماری نظروں سے ۔ تم جب جہاد میں شامل نہیں ہوئے تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم مالِ غنیمت میں شامل ہو ۔ اسی طرح جس نے حضرت ابراہیمؑ کے جہاد میں شمولیت کی ، اس کا حق ہے

کہ وہ عید منائے۔ مگر جس نے حضرت ابراہیمؑ کے جہاد میں شمولیت نہیں کی، جس نے حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنی اولاد کو خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف نہیں کیا اور اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے آگیا ہے وہ منافق ہے۔ اور جس وقت وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خوشی میں شریک ہوتا ہے آسمان کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے منافقو! دور ہو جاؤ ہماری نظروں سے۔ تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم اس خوشی میں شریک ہو۔ تم نے وہ جہاد تو نہ کیا جو حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا۔ مگر تم بوٹیاں کھانے کے لئے آگئے۔ پس تمہاری عید کوئی عید نہیں۔ عید اسی کی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھتا اور اپنی اولاد کو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے قربان کرتا ہے۔ اے دوستو! اس سبق کو یاد رکھو جو اس عید سے حاصل ہوتا ہے اور اپنے اندر سے نفاق کو دور کرو۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے بیٹوں کی قربانی کرو تاکہ تمہیں بھی حقیقی عید کا دن دیکھنا نصیب ہو۔ ورنہ وہ شخص جو خوشی میں تو شامل ہو جاتا مگر تکلیف میں شامل نہیں ہوتا وہ منافق ہوتا ہے۔ خدا اس نفاق سے ہر شخص کو اپنی پناہ میں رکھے۔"

(الفضل ۹ رمئی ۱۹۴۰ء)

۱؎ ۔ صحیح بخاری کتاب المناسک باب الزیارۃ یوم النحر والخطبۃ ایام منیٰ

۲؎ ۔ البقرہ ۲ : ۱۲۹ تفسیر کبیر امام رازی ج۲ ص۲۹ مطبوعہ مصر

۳؎ ۔ البقرہ ۲ : ۱۳۰ ۔ الاعراف ۷ : ۱۶۰ ۔ سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب صفۃ امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

۴؎ ۔ البقرہ ۲ : ۱۲۶

۵؎ ۔ (۱) الملل والنحل لامام ابی الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی برحاشیہ کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل امام ابن حزم جزء ثالث ص۲۱۰ تا ص۲۲۲ کا مطالعہ بڑا دلچسپ ہے۔ امام شہرستانی نے عرب میں بُت پرستی کی ابتداء ۔ بتوں کے نام اور ان کی وجہ تسمیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ (۲) معجم البلدان یاقوت حموی جلد ۸ ص۱۲۹ ۔ زیر لفظ مکۃ لکھا ہے ۔ عرب میں بت پرستی کی عام اشاعت کی وجہ یہ ہوئی کہ قبائل عرب جو تمام اطراف سے حج کو آتے تھے واپس جاتے ہوئے حرم کے پتھروں کو اٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے اور ان کو اصنام کعبہ کی صورت پر تراش کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

۶؎ ۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص۳۳۳ مطبوعہ دارالمعارف مصر ۱۹۶۱ء ۔ تاریخ الخمیس جلد ۱ ص۳۳۰

۷؎ ۔ عمرو بن ہشام کنیت ابوالحکم، جنگ بدر میں دو لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مسلمانوں نے اسے ابوجہل کہنا شروع کر دیا تھا۔

۸؎ ۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ کنیت ابو محمد ۔ القرشی التیمی ۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے ۳۶ھ میں جنگ جمل میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۹ ۔ زبیر بن العوام ۔ کنیت ابوعبداللہ القرشی الاسدی ۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے بیٹے اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۳۶ھ میں وفات پائی۔

۱۰ ۔ عبدالرحمٰن بن عوف ۔ کنیت ابومحمد القرشی الزہری ۔ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ ۳۱ھ/۳۲ھ میں وفات پائی۔

۱۱ ۔ ابوعبیدہ عبداللہ بن الجراح القرشی الفہری (۴۰ ق ھ ۔ ۱۸ھ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں امین الامت کا خطاب اور دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔

۱۲ ۔ سعد بن ابی وقاص ۔ کنیت ابواسحٰق القرشی الزہری ۔ عشرہ مبشرہ میں ساتویں نمبر پر تھے مدینہ سے دس میل دور عقیق کے مقام پر ۵۴ھ یا ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳ ۔ عثمان بن مظعون ۔ القرشی الجمحی ۔ وفات ۲ھ

۱۴ ۔ کنز العمال جلد ۶ ص۱۱۱

۱۵ ۔

۱۶ ۔ یہ واقعہ حضرت عامر بن ابی وقاص کا ہے (طبقات ابن سعد ۹۱/۴ مطبوعہ لیڈن ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۹۷/۳)

۱۷ ۔ البقرہ ۲ : ۱۳۲

۱۸ ۔ حمزہ بن عبدالمطلب ۔ بنو ہاشم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی تھے جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔

۱۹ ۔ عباس بن عبدالمطلب ۔ بنو ہاشم ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے ۳۲ھ میں ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲۰ ۔ لسان العرب جلد ۲ ص۲۲۶ زیر لفظ حجج

۲۱ ۔ تعطیر الانام مؤلفہ الشیخ عبدالغنی النابلسی جزء اول ص۱۲۴-۱۲۵

۲۲ ۔ الذاریت ۵۱ : ۵۷

۲۳ ۔ محمد بن احمد بن دانیال بدایونی (۶۳۶ھ ۔ ۷۲۵ھ) برصغیر پاک وہند میں خواجہ نظام الدین اولیاء کے نام اور محبوب الٰہی کے لقب سے مشہور ہیں۔

۲۴ ۔ خواجہ علی حسن نظامی (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء ۔ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء) ناشر ۔ مورخ اور اردو کے صاحبِ طرز ادیب تھے۔

۲۵ ۔ اس سے ملتا جلتا واقعہ خیر المجالس مرتبہ حمید شاعر القلندر ص۲۳۷ پر بیان ہوا ہے یہ کتاب حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلیفہ اعظم محمود چراغ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔

۲۶ ۔ التوبہ ۹ : ۹۰ ۔ الاحزاب ۳۳ : ۱۴

۲۷ ۔ الفتح ۴۸ : ۱۶